مفت سلسلہ اشاعت 113

آیت معراج میں لفظ "مِن" کی نفیس تحقیق

تنویر السّراج
فی
بیان المعراج

حضرت مولانا ظفر الدّین بہاری رضوی علیہ الرحمۃ

جمعیّت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

نام کتاب	:	تنویر السراج فی بیان المعراج (آیت معراج میں لفظ "من" کی نفیس تحقیق)
متکلم	:	نائب اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ
صفحات	:	۴۰ صفحات
تعداد	:	۲۰۰۰
مفت سلسلہ اشاعت	:	۱۱۳
اشاعت	:	ستمبر ۲۰۰۳ء، رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

ابتدائیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

زیر نظر کتابچہ "جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان" کے تحت شائع ہونے والے سلسلہ مفت اشاعت کی ۱۱۳ویں کڑی ہے۔ یہ ملک العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ کی تقریر ہے جس میں علامہ موصوف نے آیت معراج میں لفظ "مِن" پر محققانہ و مدلل گفتگو فرمائی ہے جو کہ معراج النبی کے حوالے سے گیارھویں تقریر ہے۔ اس کتابچہ کو تنظیم نوجوانان اہلسنّت لاہور نے بھی شائع کیا۔ اب جمعیت اشاعت اہلسنّت اس کو من وعن مفت شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے امید ہے یہ کتاب بھی پچھلی کتابوں کی طرح قارئین کے علمی ذوق پر پورا اتریں گی۔

ادارہ

ملک العلماء، فاضل بہار، آفتاب علم وحکمت

مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ

کارخانہ قدرت میں عالم انسانی میں ہر روز سینکڑوں انسان جنم لیتے ہیں اور سینکڑوں فنا کا جام پی کر موت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں ان ہی میں بعض ایسے انسان بھی آئے جو صرف اپنی ذات اور غرض تک محدود رہے اور کچھ ایسے افراد بھی اس دنیا میں رونق افروز ہوئے جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنت، دینی وملی خدمات اور للہیّت وخلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح و بہبود اور بندگان خدا کی رب کریم تک رسائی کا کام کر کے اپنا نام رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔

تاریخ کے اوراق اس قسم کی عظیم شخصیات سے بھرے ہوئے ہیں انہی عظیم، قدر آور، نابغہ عصر اور تاریخ ساز ہستیوں میں ملک العلماء فاضل بہار، جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کا نام دنیائے علم وروحانیت میں چمکتا نظر آتا ہے۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں دریائے گنگا کے کنارے آباد شہر عظیم آباد (پٹنہ) انڈیا میں پیدا ہوئے شفقت پدری کی چھاؤں میں تعلیمی سفر کا آغاز کیا اور ۱۳۲۰ھ میں اپنے زمانے کے ماہر ومشہور استاذ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے "مدرسہ حنفیہ" پٹنہ میں علم حاصل کیا ۱۳۲۱ھ میں ماہر معقولات حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ سے معقولات میں استفادہ کیا اور اسی سال عالم اسلام کے عظیم علمی و روحانی مرکز بریلی شریف میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم منظر الاسلام کے قیام میں بانیانہ کردار ادا کیا ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور اسی سال دار العلوم منظر اسلام کی مستند تدریس پر رونق افروز ہو کر تشنگان علم کی پیاس کو بجھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

اس موقع پر امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو تمام سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت سے نوازتے ہوئے ملک العلما اور فاضل بہار کے خطابات بھی عطا فرمائے۔

ملک العلماء فاضل بہار علیہ الرحمہ کی عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوائے محترم غلام جابر شمس مصباحی (انڈیا) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"علم وحکمت، بصیرت و تدبر، صابت رائے، صلابت فکر، سچے شعور اور راست سوچ کے پیکر تھے۔ ملک العلماء کو امام احمد رضا کی جوہر شناس نگاہوں نے نظر اول ہی میں پہچان لیا اور ان کی گہری سوچ اور باوزن افکار کا کس قدر احترام امام احمد رضا کے ہاں تھا۔ "جامعہ منظر اسلام" کی تاسیس کے پس منظر میں ذرا جھانک کے دیکھئے سب سے پہلا داعیہ جس کے دل میں انگڑائی لیتا ہے وہ ملک العلماء ہی تھے اور منظر اسلام کے موسس علام اپنے ہونہار، محرک اور ہنر مند مجوز کی خوبصورت تحریک و تجویز کو رو نہ فرما سکے تحریک کی طاقت اور خلوص فکر نے رنگ لایا اور اسی سال "منظر اسلام" کا قیام عمل میں آ گیا۔ مدراس و جامعات کی تاریخ میں شاید یہ پہلا واقعہ ہے کہ بانی متعلم اور پھر معلم، کسی شخص واحد کو یہ تینوں حیثیتیں بیک وقت میسر ہوئی ہوں کہ ادارے کی تاسیسی تحریک میں مثل مؤسس رول ادا کرے، چٹائی پر بیٹھے زانوئے تلمذ طے کرے اور تکمیل درسیات ہوتے ہی اسی درسگاہ کی سند تدریس کی زینت بنا دیا جائے اس خصوص میں ملک العلماء منفرد نظر آتے ہیں۔

خیابان رضا سے اٹھنے والا یہ ابر بارندہ، علم وفضل کا آفتاب، شریعت وطریقت کا نقیب، محافظ دین مصطفیٰ ﷺ، وارث علوم نبی ﷺ، جذبہ حب رسول ﷺ سے سرشار برصغیر کے ذرے ذرے کو چمکا کر ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ میں غروب ہوگیا۔ حضرت شاہ ایوبی ابدالی اسلام پوری نے نماز جنازہ پڑھائی علیگڑھ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آپ کے لائق افتخار فرزند اور عالم اسلام کے عظیم اسکالر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے صدقے وطفیل ملک العلماء کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے نقوش پا پر گامزن رکھتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ ...... صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ
ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَعَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ ○ وَصَلِّ عَلٰی
جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ ○ وَعَلٰی
عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ○ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ وَبِھِمْ وَلَھُمْ وَفِیْھِمْ
اَجْمَعِیْنَ ○ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ
السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ ○ وَبَلَّغَ رَسُوْلُہُ
النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ
الشَّاکِرِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

معزز حضرات! خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تکیہ شریف متین گھاٹ میں دس جلسے رجبی شریف کے بموجب "تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ" بہت ہی شان و شوکت، حسن انتظام و اہتمام کے ساتھ فیوض روحانی و برکات ایمانی کی ضیاء پاشی کرتے ہوئے بخیر و خوبی انجام پائے۔ امسال گیارھواں جلسہ بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہ انواع و اقسام برکات ایمانی و

روحانی کے ساتھ منعقد ہے جو انتظام و اہتمام میں کسی طرح اگلے جلسوں سے کم نہیں۔ البتہ ایک فرق ضرور ہے کہ ہر سال میں اپنی تمہیدی تقریر میں ایک نہ ایک مشہور مقرر کی تشریف آوری کی خبر دیتا اور ان کا خیر مقدم کرتا تھا۔ ان کے اوصاف کریمہ و خصائص جمیلہ بیان کر کے آپ حضرات سے ان کا تعارف کراتا تھا۔ امسال برعکس اس کے کسی کے آنے کے بدلے ایک مخلص دوست، اس جلسہ کی روح رواں اور ہر کام میں حد سے زیادہ دلچسپی لینے والے، باوجود ملازمت گورنمنٹ دینی جلسوں میں شرکت کرنے والے ذوق شوق سے حسبۃً للہ میلاد شریف پڑھنے والے اس خانقاہ اور صاحب سجادہ سے غایت درجہ محبت کرنے والے، باوجودیکہ خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے مرید تھے، لیکن اس خوش اعتقادی اور نیازمندی سے یہاں حاضر ہوا کرتے اور ہر کام میں شریک رہا کرتے، کہ یہی خیال ہوتا کہ یہیں کے متوسلین سے ہیں۔

یقین ہے کہ اس قدر صفات بیان کرنے کے بعد حاضرین جلسہ کے دماغ اور آنکھوں میں جناب محب الرسول خان صاحب مرحوم و مغفور کا نقشہ قائم ہوگیا ہوگا۔ اس جلسہ کی تمہید میں کسی عالم کے آنے کے عوض ان کے اس دنیا سے جانے کی خبر حسرت اثر ذکر کرتا ہوں، جن کے اس جلسہ میں نہ ہونے کو میں بہت نقصان محسوس کر رہا ہوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مگر اے حضرات! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگرچہ محب الرسول خان صاحب مرحوم ظاہری، جسمانی صورت سے اس جلسہ میں موجود نہیں، لیکن ان کی روح لطیف اس وقت اپنے پیارے جلسہ، محبوب مجلس میں جس کی دس سال تک انہوں نے خدمت کی ہے، ضرور ضرور موجود ہوگی۔ اس لیے کہ وہ مرد صالح تھے اور صالحین کی روحیں اس قسم کے دینی جلسوں میں شرکت کے لیے آیا کرتی ہیں۔ حاکم صحیح مستدرک اور ابن ابی شیبہ اور امام احمد اپنی مسند میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، کہ دنیا کافروں کی جنت اور مسلمانوں کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا، اب اسے آزاد کر دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بفراغت چلتا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے لفظ یہ ہیں کہ جب مسلمان مرتا ہے، اس کی راہ

کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی' جنہیں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی بیہقی وقت فرمایا کرتے تھے' اپنی کتاب "تذکرۃ الموتی" میں لکھتے ہیں کہ صالحین کی ارواح زمین و آسمان اور بہشت وغیرہ میں جہاں چاہیں' جاتی ہیں اور اولیاء اللہ و مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کا تو کیا کہنا۔ وہ تو مریدین و معتقدین کی مدد کے لیے ہروقت مستعد اور ان کی حاجت پوری کرنے کے لیے موجود ہیں۔ حضرت سیدی احمد زروق اکابر علماء' و اولیاء' و اولیائے دیار مغرب سے ہیں۔ اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا لِمُرِيْدِيْ جَامِعٌ لِشَتَاتِهٖ
إِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَةٍ
وَإِنْ كُنْتَ فِيْ ضَيْقٍ وَّ كَرْبٍ وَّ وَحْشَةٍ
فَنَادِ بِيَا زَرُّوْقُ اٰتِ بِسُرْعَةٍ

"یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں۔ جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و وحشت میں ہو تو' یوں ندا کر "یا زَرُّوْقُ" میں فوراً آ موجود ہوں گا"

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی" انفاس العارفین" میں اپنے نانا ابوالرضا محمد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا ان کی مریدہ تھی۔ جاڑا کے (سردی) بخارا میں مبتلا ہوئی' حد سے زیادہ کمزور ہوگئی تھی' شب کو اسے شدت سے پیاس لگی' کوئی پانی دینے والا موجود نہ تھا' جاڑے کی وجہ سے لحاف اڑھانے کی اس کو ضرورت تھی۔ حضرت کی روح متمثل ہو کر تشریف لائی' اس کو پانی پلایا اور لحاف اوڑھا کر غائب ہوگئی' اور حضور پُرنور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تو اس قسم کے تصرفات عالم آشکار ہیں۔ اب میں اس تمہید کو ختم کر کے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

معزز حضرات! گزشتہ سال میں نے لفظ "من" کے متعلق مضامین بیان کیے تھے۔ امسال بھی میرا بیان اس لفظ "من" کے متعلق ہوگا اور اس ضمن میں آقائے دو عالم ﷺ کے فضائل و کمالات کا اظہار ہوگا۔ گزشتہ سال میں نے "من" کے معنی ابتدائے

غایت بیان کر کے اس امر کو دکھایا تھا کہ یہ صفت خاص حضور اقدس ﷺ کی ہے۔ آج "من" کے دوسرے معنی تعلیل بیان کرتا ہوں۔ یعنی "من" کبھی تعلیل یعنی علت و سبب کے لیے بھی آتی ہے جیسے "مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا" الآیہ۔ یعنی اپنی خطاؤں کی وجہ سے وہ لوگ ڈوبائے گئے اور جیسے امرءالقیس بن حجر کا مشہور شعر۔

تَطَاوَلَ لَيْلُكَ بِالْإِثْمِدِ
وَ نَامَ الْخَلِيُّ وَ لَمْ تَرْقُدِ
وَ ذٰلِكَ مِنْ نَبَاءٍ جَاءَ نِيْ
وَ خُبِّرْتُهُ عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ

"شاعر کہتا ہے کہ اے نفس! تیری رات اثمد میں بہت لمبی ہوئی، یعنی بڑی بے چینی میں گزری اور وہ لوگ کہ رنج و محن سے خالی تھے۔ وہ سوگئے اور تو نہیں سویا اور یہ بسبب اس خبر کے ہوا' جو میرے پاس پہنچی اور مجھے ابوالاسود کے متعلق خبر دی گئی تھی"

یا جس طرح فرزدق کے شعر میں ہے:

يُغْضِیْ حَيَاءً وَ يُغْضٰی مِنْ مَهَابَتِهٖ
فَلَا يُكَلَّمُ اِلَّا حِيْنَ يَبْتَسِمُ

"یعنی وہ چشم پوشی کرتے ہیں حیا سے اور ان کے سامنے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں بسبب ان کی ہیبت کے' تو ان سے کلام کی کسی کو مجال نہیں' مگر جس وقت وہ تبسم فرمائیں"

تو ان تینوں جگہ "من" تعلیل کا ہے۔ یعنی علت و سبب کے لیے آیا ہے اور اس کے امثال قرآن شریف و کلام عرب میں شائع و ذائع ہیں۔

ابن عساکر نے متعدد طریقوں اور سندوں سے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے والد عبدالملک کے زمانہ خلافت میں حج کیا' بیت اللہ کا طواف کیا اور بہت کوشش کی کہ حجر اسود تک پہنچے' لیکن لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے نہ پہنچ سکا' تو اس کے لیے ایک ممبر رکھ دیا گیا' جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کے ہجوم کے چھٹنے کا انتظار کر رہا تھا' اور اس کے

ساتھ شام کے حوالی موالی بھی تھے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان نہایت حسین و خوبصورت آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا' جب حجر اسود کے بوسہ کا قصد کیا' تو لوگ کائی کی طرح پھٹ گئے اور ان کو راستہ دے دیا' کہ بہت اطمینان سے بلا مزاحمت حجر اسود کا بوسہ لیا۔ یہ دیکھ کر کسی شامی نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے' جس کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر اس قدر ہے؟ اور لوگ اتنی عزت کرتے ہیں؟ ہشام بن عبدالملک ان کو اچھی طرح جانتا تھا' لیکن اس خیال سے کہ کہیں اہل شام ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں' بولا میں ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر بھی اس وقت موجود تھا۔ اس سے رہا نہ گیا' فوراً بول اٹھا کہ تم ان کو نہیں پہچانتے؟ لیکن میں پہچانتا ہوں' لوگوں نے پوچھا' کہ اے ابوالفراس! یہ کون شخص ہیں؟ فرزدق نے بالبدیہہ ایک بہت ہی زور دار قصیدہ کہا۔ یہ قصیدہ بہت بڑا ہے' مگر چند اشعار کا پڑھنا موضوع جلسہ سے باہر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اہل بیت کی تعریف و توصیف عین تعریف و توصیف رسول ہے:(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

هٰذَا الَّذِیْ یَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَ طَأْتَهٗ
وَ الْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَ الْحِلُّ وَ الْحَرَمُ

"یہ وہ شخص ہے کہ بطحائے مکہ ان کے نشان قدم کو پہچانتا ہے۔ بیت اللہ ان کو جانتا ہے' حل ان کو جانتا ہے' حرم ان کو پہچانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہشام! اگر تو انہیں نہیں پہچانتا' تو کیا ہوا' سارا جہان ان کو پہچانتا ہے"

هٰذَا عَلِیٌّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالِدُهٗ
اَمْسَتْ بِنُوْرِ هُدَاهُ تَهْتَدِی الْاُمَمُ

"یہ علی بن حسین ہیں' رسول اللہ ﷺ ان کے باپ ہیں' ان کی ہدایت کے نور سے امتیں ہدایت پاتی ہیں"

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

"یہ جملہ بندگان خدا سے بہتر کے بیٹے ہیں۔ یہ متقی ہیں' یہ پاکیزہ ہیں' یہ

پاک ہیں' یہ علم ہیں"

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهٗ
بِجَدِّهٖ اَنْبِيَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوْا

"یہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ ہیں۔ تو اگر انہیں نہیں جانتا ہے' تو جان کہ انہیں کے دادا خاتم النبیین ﷺ ہیں"

اَللّٰهُ شَرَّفَهٗ قِدْمًا وَ فَضَّلَهٗ
جَرٰى بِذٰلِكَ فِيْ لَوْحٍ لَّهُ الْقَلَمُ

"اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ سے مشرف کیا اور فضیلت بخشی۔ اسی کے ساتھ لوح محفوظ میں قلم جاری ہوا"

مِنْ مَّعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَ بُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَ قُرْبُهُمْ مَنْجًا وَّ مُعْتَصِمُ

"یہ اس گروہ سے ہیں جن کی محبت دین اور جس سے بغض رکھنا کفر ہے اور ان سے نزدیکی نجات اور بچاوا ہے"

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمُ
فِيْ كُلِّ بَدْءٍ وَ مَخْتُوْمٌ بِهِ الْكَلِمُ

"اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔ ہر کلام کی ابتداء و انتہا ہیں"

يُسْتَدْفَعُ السُّوْءُ وَ الْبَلْوٰى بِحُبِّهِمُ
وَ يُسْتَزَادُ بِهِ الْاِحْسَانُ وَ النِّعَمُ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی محبت کے وسیلہ سے مصیبت اور برائی دور کی جاتی ہے' اور ان کے سبب سے احسان اور نعمت میں اضافہ ہوتا ہے"

اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰى كَانُوْا اَئِمَّتَهُمْ
اَوْقِيْلَ مَنْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِيْلَ هُمُ

"اگر تقویٰ والے شمار کیے جائیں تو یہ ان کے پیشوا ہیں۔ اگر کہا جائے

کہ روئے زمین میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہی لوگ ہیں"

شعر تو یہ کہا ہے اور جرات و شجاعت و دلیری کی حد کر دی ہے۔

إِنْ كُنْتَ تُنْكِرُهُ اللّٰهُ يَعْرِفُهُ
وَ الْعَرْشُ يَعْرِفُهُ وَ اللَّوْحُ وَ الْقَلَمُ

"اے خلیفہ زادے! اگر تو ان سے ناواقف بنتا ہے اور انکار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ انہیں پہچانتا ہے، اور عرش انہیں پہچانتا ہے، لوح انہیں پہچانتی ہے اور قلم انہیں پہچانتا ہے"

وَ لَيْسَ قَوْلُكَ مِنْ هٰذَا بِضَائِرِهٖ
اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَ الْعَجَمُ

"تمہارا قول کہ میں ان کو نہیں جانتا، ان کے لیے مضر نہیں، جن کا تم انکار کرتے ہو، انہیں عرب پہچانتا ہے، عجم جانتا ہے"

یہ سن کر ہشام بہت غصہ ہوا اور حکم دیا کہ فرزدق کو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان عسفان میں قید کر لیا جائے۔ جب اس واقعہ کی خبر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی، تو بارہ ہزار درہم اس کے پاس بھیجے اور معذرت چاہی کہ اے ابوالفرس! اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو اور بھی دیتا۔ فرزدق نے عرض کیا! کہ اے ابن رسول اللہ ﷺ! میں نے جو کچھ کہا، محض عزت دینی و ایمانی، اللہ و رسول کی رضا کے لیے کہا۔ ہرگز اس پر اجر و صلہ دنیوی نہ لوں گا۔ امام زین العابدین نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا دے۔ لیکن ہم اہل بیت جب کسی چیز کو نکال دیتے ہیں تو پھر اسے واپس نہیں لیتے۔ تب فرزدق نے تعمیل حکم کی، جب فرزدق قید ہوا تو قید خانہ میں اس نے ہشام کی ہجو کہنی شروع کر دی، آخر مجبور ہو کر ہشام نے اس کو آزاد کر دیا۔

خیر، بہرکیف! مجھے یہ بیان کرنا تھا کہ لفظ مِن کبھی علت کے لیے آتا ہے اور یہ صفت خاص حضور اقدس ﷺ کی ہے۔ فلسفہ والے عِلّت کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں۔ علت فاعلی، علت صُوری، علت مادی، علت غائی، اور عام فہم کرنے کے لیے اس کی مثال اس

طرح دیتے ہیں کہ جو کام کرنے والا ہو' وہ علت فاعلی ہے۔ جیسے تخت کے لیے نجار' بڑھئی تخت کا بنانے والا علت فاعلی ہے اور اس کی ہئیات و شکل مربع یا مستطیل چار پایوں' چار پٹیوں سے مل کر ایک ہیئات خاص علّتِ صُوری ہے' اور لکڑی یا جس چیز کی چوکی بنائی جائے' وہ علت مادی ہے اور اس پر بیٹھنا یا نماز پڑھنا علت غائی ہے' تو حضور اقدس ﷺ بلاشبہ تمام مخلوق کی علت غائی ہیں۔ یعنی سب حضور اقدس ﷺ ہی کے لیے پیدا کی گئیں' اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

زمین و زماں تمہارے لیے' مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے' بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے' بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے' اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
کلیم و نجی مسیح و صفی' خلیل و رضی' رسول و نبی
عتیق و وصی' غنی و علی' ثنا کی زباں تمہارے لیے
نہ جن و بشر کہ آٹھ پہر' ملائکہ در پہ بستہ کمر
نہ جبہ و سر کہ قلب و جگر' ہیں سجدہ کناں تمہارے لیے
خلیل و نجی' مسیح و صفی' سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری' کہاں سے کہاں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ پھول کھلے' وہ باغ پھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے' رضا کی زباں تمہارے لیے

حضرات! یہ نہ خیال فرمایا جائے کہ یہ محض شاعرانہ تخیل ہے' اس لیے اشعار سے استدلال کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ اشعار اس عالم محقق کے ہیں' جن کی شاعری دین' اور جن کی شاعری ایمان ہے۔ جن کا ہر شعر کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ' کسی نہ کسی حدیث کا بیان ہے۔ احادیث کثیرہ اس مضمون پر شاہد عدل ہے۔ حدیث حاکم بیہقی و طبرانی حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی' تو اپنے رب سے عرض کی' کہ اے میرے رب! صدقہ محمد ﷺ کا میری مغفرت فرما۔ رب العالمین نے فرمایا: محمد کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی'

جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی' میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا پایا۔ جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے' جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"صَدَقْتَ يَا اٰدَمُ اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ' اَمَّا اِذَا سَاَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا غَفَرْتُكَ وَ مَا خَلَقْتُكَ"

"اے آدم! تو نے سچ کہا' بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے' اب کہ تو نے ان کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا' تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تیری مغفرت نہ کرتا' نہ تجھے بناتا۔

دوسری حدیث میں جو حاکم نے روایت کی' اور صحیح کہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عزت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور حکم دو اپنی امت کو جو ان کا زمانہ پائے' ان پر ایمان لائے' اس لیے کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے' تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا' اور نہ جنت پیدا کرتا۔ نہ دوزخ بناتا۔

تیسری حدیث ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ کسی نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا' کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس بنایا' ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا' آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل عطا ہوا' اسی وقت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ عرض کی! رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے' کہ اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کہا' تو تمہیں حبیب کہا۔ اگر موسیٰ سے زمین میں کلام کیا تو تم سے شب معراج آسمان پر کلام کیا۔ اگر عیسیٰ کو روح القدس سے بنایا' تو تمہارا نام آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا' اور تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے' جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا' نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہو' اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں ختم الانبیاء ٹھہرایا' اور تم سے زیادہ عزت و

کرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گستردہ اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ ہو گا۔

تمہارا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تمہاری یاد میرے ساتھ نہ کی جائے۔ "وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا" اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی لیے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میری بارگاہ میں ہے' ان پر ظاہر کردوں اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا' یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیل ہیں۔ تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا۔ جنت و نار کس کے لیے ہوتیں؟

مقصود و ذات اوست دگر جملگی طفیل
مقصود و نور اوست دگر جملگی ظلام
ہوتے کہاں خلیل و بنا' کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی' سب تیرے گھر کی ہے

چوتھی حدیث جسے امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا' آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی' الٰہی! تو نے میری کنیت ابو محمد کس لیے رکھی؟ حکم ہوا' اے آدم! اپنا سر اٹھا' تو آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا۔ سراپا پردہ عرش میں محمد ﷺ کا نور نظر آیا۔ عرض کی' الٰہی! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا: یہ نور تیری اولاد میں ایک نبی کا ہے' جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا' نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

پانچویں حدیث جسے امام ابن سبع نے حضرت امیر المومنین مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا' کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: میں تیرے لیے زمین بچھاتا ہوں' دریا موجزن کرتا ہوں' آسمان بلند کرتا ہوں' جزا و سزا مقرر کرتا ہوں۔

ان سب روایتوں سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں حضور اقدس ﷺ کے لیے بنائی گئی ہیں' وہی سب کی علت غائی ہیں۔ بے شک سچ فرمایا۔

زمین و زماں تمہارے لیے' مکین و مکاں تمہارے لیے

چنیں و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

تحویل قبلہ کا واقعہ آپ حضرات سے مخفی نہیں، پہلے حضور اقدس ﷺ اور تمام مسلمان خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو یہود کی تالیف قلوب اور اسلام کی طرف مائل کرنے کے بغیر بیت المقدس قبلہ قرار دیا گیا۔ سولہ یا سترہ مہینہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادھر نماز پڑھی، لیکن دلی خواہش یہی تھی، کہ پھر بدستور خانہ کعبہ قبلہ کر دیا جائے اور اس غرض سے وحی کے انتظار میں بار بار حضور آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ رب العزت کو یہ ادا بہت پسند آئی، ارشاد ہوا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

"اے محبوب! ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ضرور ہم اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری رضا اور خوشی ہے تو پھیر لو منہ مسجد حرام کی طرف"

خداوند عالم نے حکم دیا اور تحویل قبلہ کا راز اور علت اس آیت میں ظاہر فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

"یعنی جس قبلہ کی طرف تم تھے، اس کو میں نے اس لیے قبلہ قرار دیا تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ کون رسول کا تبع ہے؟ اور کون ایڑیوں کے بل پھرتا ہے؟"

یعنی کون شخص رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا سچا فرمانبردار ہے کہ جو حکم حضور کا ہوتا ہے، اسے بے چون و چرا بجالاتا ہے، اور کون اس میں اپنی ٹانگیں اڑاتا ہے؟ شاخسانے نکالتا ہے؟ کہ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیوں ہوا؟ غرض! اس کی بھی علت حضور ہی ہیں۔

مرنے کے بعد جب انسان دفن کیا جاتا ہے تو لوگ اسے اکیلا، تنہا، تیرہ و تاریک گھر

میں بے یار و مددگار چھوڑ آتے ہیں۔ اس وقت دو فرشتے آتے ہیں' جن کا نام ہے منکر نکیر۔ ان کی اجنبیت و ناشناسا ہونے کی دلیل ہے' ان کی خوفناک ہیئت اور ڈراؤنی شکل جو احادیث میں آئی ہیں' اس کو بیان کر کے میں اس معراج شریف کے پر مسرت جلسہ کو متوحش کرنا نہیں چاہتا۔ وہ آتے ہی پوچھیں گے "مَنْ رَّبُّكَ" تیرا رب کون ہے؟ رب کا تذکرہ ہر زبان' ہر قدم' ہر مذہب میں کم و بیش ہوا ہی کرتا ہے' جواب دینا چنداں مشکل نہیں' مشرکین کے سوا اور لوگوں کو اس کے جواب میں دقت نہ ہوگی۔

دوسرا سوال یہ ہوگا کہ "مَا دِيْنُكَ" تیرا دین کیا ہے؟ ہر شخص جس خیال کا معتقد ہوتا ہے' وہ اپنا دین جانتا ہے' اور اسی کو دین حق سمجھتا ہے' لیکن اس کا جواب آج کل کے اخباری معمے کے جواب سے کم نہیں' جس میں لکھا ہوتا ہے جس کا جواب ہمارے سربمہر محفوظ جواب کے لفظ بلفظ' حرف بحرف مطابق ہوگا' وہی انعام کا مستحق ہوگا' یہاں بھی وہی جواب ہے۔ ہاں! سربمہر جواب کے بدلے یہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا جواب' جبرئیل امین کے ذریعہ آیا ہوا جواب' رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ جواب' رسول اللہ ﷺ اور ان کے خلفاء' صحابہ و تابعین و علمائے دین کے ذریعہ اطراف و اکناف عالم میں پھیلا ہوا جواب "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" کے مطابق جس کا جواب ہوگا' وہی جواب ہے۔ انعام کا مستحق وہی ہے' جس کا جواب لفظ بلفظ' حرف بحرف اس جواب کے مطابق ہو۔

اب تیسرا سوال جو اصل سوال ہے' اور جس سے حق و باطل کی پہچان ہو' مومن و منافق کی معرفت بین طور پر ہو جائے۔ "مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ" ہے' سچے دل سے ان پہ ایمان لانے والا' ان پر جان و مال فدا کرنے والا' ان کے ذکر سے زبان تر رکھنے والا' ان کی محبت میں مست و سرشار رہنے والا' ان کا مولود شریف کرنے والا' مولود شریف پڑھنے والا' مولود شریف میں ذوق و شوق سے حاضر ہونے والا' معراج شریف کی مجلس رجبی شریف منعقد کرنے والا' اس کے لیے پسندیدہ مال خرچ کرنے والا' اس ذکر مبارک کا کرنے والا' اس مجلس میں شریک ہو کر دلچسپی و محبت سے اوصاف رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سننے والا' تو وجد میں آ جائے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا "هٰذَا رَسُوْلُنَا وَنَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِهٖ وَصَدَّقْنَا بِمَا جَاءَ اِلَيْنَا" یہ ہمارے رسول' ہمارے پیغمبر محمد

رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں' ان پر ہم ایمان لائے ہیں اور جو کچھ خدا کے پاس سے لائے' اس کی ہم نے تصدیق کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرشتے اس جواب کو سنتے ہی ذرا سا منظر دوزخ کا دکھا کر ہمیشہ کے لیے' جنت کا دروازہ کھول دیں گے اور کہیں گے' اے شخص اگر تو ان پر ایمان نہ لاتا تو تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا' لیکن ان پر ایمان کے بدلے تو نے یہ بہترین نعمت پائی۔ معلوم ہوا کہ قبر کا سوال فقط اس لیے ہوتا ہے کہ صاف اور واضح ہو جائے کہ کون شخص حضور اقدس ﷺ کا غلام' ان کا فرمانبردار اور ان کا جانثار ہے؟ تاکہ اس کو بہشت بریں کی نعمتوں سے متمتع کیا جائے اور کون بدبخت ان کا منکر' ان کا مخالف' ان سے منحرف' ان کی بے قدری کرنے والا' لوگوں کی دیکھا دیکھی صرف زبان سے محمد رسول اللہ کہتا ہے اور دل میں دعویٰ مساوات:

ہمسری با اولیاء بر داشتند
انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

کا مصداق ہے کہ اسے درکات جہنم کا سزاوار بنایا جائے۔

قیامت کا دن واقعی قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو چرخ چہارم پر چار ہزار سال کی راہ پر ہے' میل بھر فاصلہ ہوگا۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میل ارشاد فرمایا۔ میں نہیں کہہ سکتا' کہ اس سے میل مسافت مراد ہے یا میل کحل (یعنی سرمہ دانی کی سلائی) اگر میل مسافت مراد ہو' تو وہی کیا دور ہے۔ آفتاب جو پشت کیے ہوئے' اس دن اس طرف منہ کر لے گا' سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔ عمر بھر کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اس دن نہ کوئی یار ہوگا' نہ مددگار' نہ کوئی مونس نہ غمخوار۔ جن جن سے امید امداد ہو سکتی ہے' وہ خود اپنی پریشانیوں میں گھرے ہوں گے۔ "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ" جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا' اپنے ماں اور باپ سے' اپنی بیوی اور اولاد سے' اس دن ہر ایک کی شان و تکلیف ایسی ہوگی جو دوسرے سے بے تعلق کر دے گی۔ اس دن تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور صاف جواب پائیں گے "نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ" حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہی جواب پائیں

گے۔ حضرت اَب رحیم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے' ویسا ہی جواب پائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' مگر صاف جواب پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہاں حاضر ہوں گے' اپنی مرضی کی دوا نہ پائیں گے.... آخر میں آفتاب نبوت' ماہتاب رسالت کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سب لوگوں کے برعکس یہاں "اَنَا لَھَا' اَنَا لَھَا" سنیں گے۔

کہیں گے اور نبی "اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ"
مرے حضور کے لب پر "اَنَا لَھَا" ہوگا

میں ہوں شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے' فوراً شفاعت کے لیے مستعد ہوں گے' رب العزت کے حضور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا "یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ" اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ اور کہو' تمہاری بات سنی جائے گی اور شفاعت کرو' تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ حضور اقدس ﷺ دروازہ کھول دیں گے۔ پھر اور انبیاء' اولیاء' صلحاء' علماء' حجاج حفاظ وغیرہ سفارش کریں گے اور لوگوں کو جنتوں میں داخل کریں گے' یا ان کا درجہ بلند کرائیں گے۔

حضرات! مجھے اس وقت حدیث شفاعت بیان کرنا مقصود نہیں۔ اس لیے بہت ہی مختصر کر کے اس واقعہ کو آپ حضرات کے سامنے ذکر کیا' ورنہ شفاعت کی حدیثیں بہت مطول و مفصل ہیں۔ مجھے اس وقت فقط اسی قدر عرض کرنا ہے کہ شفاعت کا دروازہ تمام لوگوں کے لیے بند ہوگا' کسی کی مجال نہ ہوگی کہ کسی کی سفارش کرے' سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی' اولین و آخرین' انبیاء و مرسلین سب پریشان حال ہوں گے' یہ رتبہ عُلیا و مرتبہ قُصویٰ حضور ہی کے لیے ہوگا' اور پھر جتنے سفارش کرنے والے ہوں گے' سب حضور کی خدمت میں سفارش کریں گے اور فقط حضور اقدس ﷺ حضرت عزت کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے۔ اسی کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

خلیل و نجی مسیح و صفی' سبھی سے کہی' کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری' کہاں سے کہاں' تمہارے لیے

یہ تو محشر کا ایک جزو شفاعت ہے۔ سرے سے محشر ہی کو دیکھیے کہ اس کا محصل کیا

ہے۔ رب العزت جل جلالہ کو سب کچھ معلوم' سب کے اعمال معلوم' سب کے اعتقادات معلوم' سب کے افعال معلوم' سب کے حرکات معلوم' سکنات معلوم' کون سا ذرہ ہے؟ جس کا علم قبل وجود اشیاء' خداوند عالم کو نہیں "لَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ" حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع

مولی کو قول و قائل و ہر خیر و شر کی ہے

فرشتوں کو معلوم' جنتی دوزخی سب کا نام..... دونوں دفتر میں لکھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے' اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں ہیں۔ جو کتاب داہنے ہاتھ میں تھی' اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں جنتیوں کے نام ہیں۔ ان کے باپوں کے نام ہیں' ان کے قبیلہ و خاندان کے نام ہیں' ایک ایک کر کے سب کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ پھر اخیر میں سب کا ٹوٹل کر دیا گیا ہے' جس میں نہ زیادتی ہوگی نہ کمی۔ اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی' اس کے متعلق فرمایا: کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے' اس میں نام جہنمیوں کے ہیں' ان کے باپوں کے نام ہیں' ان کے قبیلہ و خاندان کے نام ہیں۔ سب ایک ایک کر کے لکھے ہوئے ہیں' اخیر میں سب کا ٹوٹل کر دیا گیا ہے' جس میں نہ ایک کی زیادتی ہوگی' نہ ایک کی کمی ہو سکتی ہے۔ خود خداوند عالم فرماتا ہے "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ" پھر انعقاد بزم محشر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حشر کے دن قبر سے جیسے جیسے زندہ ہو کر نکلتے جائیں گے' جو جگہ ان کی ہے' اس کی طرف اس کی رہبری و ہدایت ہو۔ جنتی جنت کی طرف جائیں' دوزخی دوزخ کا قصد کریں۔ مگر ایسا نہ ہوگا' بلکہ سب لوگ حیران و پریشان ہوں گے' حامی و مددگار ڈھونڈتے ہوں گے اور حضور اقدس ﷺ کو مقام محمود عطا ہوگا' یہ وہ مقام ہے کہ تمام اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے' سب کے ہاتھ نیازمندی کے ساتھ حضور کی طرف پھیلے ہوں گے۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل و جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

ہے ان کے واسطے کہ خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
حاکم حکیم داد دوا دیں' نہ کچھ نہ دیں
بے عقل یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

بے شک جو کچھ جسے ملا' خدا ہی نے دیا' خدا ہی دیتا ہے' خدا ہی دے گا' مگر انہیں کے واسطہ سے دے گا' انہیں کے وسیلہ سے دے گا' انہیں کے ہاتھوں سے' اسی لیے دینے میں خداوند عالم اپنے نام نامی کے ساتھ ان کا اسم گرامی بھی ملاتا ہے اور لوگوں کو اسی عقیدہ کی رہبری فرماتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝"

"اور اگر وہ لوگ راضی ہوتے اس پر جو انہیں اللہ و رسول نے دیا اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے' قریب ہے کہ اللہ و رسول ہم کو آئندہ بھی اپنے فضل سے دے' بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں"

مجرم گناہ کرتے ہیں' خداوند عالم اپنی شان کریمی' شان غفور رحیمی سے مغفرت کرنے والا ہے' گناہوں کو بخشنے والا ہے' مگر کس طرح' یوں کہ ان کو اپنے رسول کی بارگاہ عرش اشتباہ بتاتا ہے' کہ وہاں حاضر ہو اور رسول سے عرض کرو' رسول تمہاری مغفرت کی دعا کریں' تم اپنے گناہوں پر نادم ہو' بخشش چاہو' تو اللہ کو تَوَّابٌ رَّحِیْم پاؤ گے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

"اور اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں' یعنی گناہ کے مرتکب ہوں' تو رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور خدا سے بخشش چاہیں اور مغفرت چاہیں ان کے لیے رسول' تو ضرور خدا کو تَوَّابٌ رَّحِیْم پائیں گے"

اس ترکیب سے گناہوں کی مغفرت یقینی ہے۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْكَ کا ہے گواہ

پھر رد ہوں کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

یہ کیا ہے، اسی حدیث ابن سبع کی تصدیق ہے، کہ اے محبوب! میں تمہارے لیے زمین بچھاتا ہوں، میں تمہارے لیے دریا موجزن کرتا ہوں، میں تمہارے لیے جزا و سزا مقرر کرتا ہوں۔ غرض! جو کچھ کیا، جو کچھ کرتا ہوں، جو کچھ کروں گا، سب تمہارے لیے کیا، تمہیں سب چیزوں کی علت غائی ہو، تمہاری ہی شان کا ظاہر کرنا اور تمہارے ہی رتبہ کا عالم آشکار کرنا، ان سب چیزوں سے مقصود ہے۔

فقط اتنی غرض ہے انعقاد بزم محشر سے
تمہاری شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

معزز حضرات! اور اگر علت سے علت مادی مراد لیں، جب بھی ممکن ہے۔ عبدالرزاق اپنے مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِکَ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّةٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَکٌ وَّلَا سَمَاءٌ وَّلَا اَرْضٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّ لَا قَمَرٌ وَّلَا جِنِّیٌّ وَّلَا اِنْسِیٌّ۔ فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بِاَرْبَعَةِ اَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ اَلْقَلَمُ وَمِنَ الثَّانِیْ اَللَّوْحُ وَمِنَ الثَّالِثِ اَلْعَرْشُ، ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ، وَ مِنَ الثَّانِیْ اَلْکُرْسِیُّ، وَمِنَ الثَّالِثِ بَقِیَّةُ الْمَلَائِکَةِ، ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ السَّمٰوٰتِ، وَمِنَ الثَّانِیْ اَلْاَرْضِیْنَ، وَمِنَ الثَّالِثِ اَلْجَنَّةُ وَالنَّارُ، ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءَ، فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ نُوْرَ اَبْصَارِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَمِنَ الثَّانِیْ نُوْرَ اَلْسِنَتِهِمْ، وَهُوَ

اَلتَّوْحِیْدُ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

"یعنی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں' کہ میں نے کہا میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں' یارسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا پیدا کیا تو ارشاد فرمایا: کہ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے قبل تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا' تو وہ نور قدرت ربانی سے گشت کرتا' جہاں خدا چاہتا' اس وقت میں نہ لوح کا وجود تھا' نہ قلم تھا' نہ جنت' نہ دوزخ' نہ فرشتہ' نہ آسمان' نہ زمین' نہ آفتاب' نہ ماہتاب' نہ جن' نہ انس۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوقات کو پیدا کرے' اس نور کو چار حصے کیا۔ پہلے سے قلم' دوسرے سے لوح' تیسرے سے عرش بنایا' اور چوتھے جزو کو پھر چار حصے کیا۔ ایک سے حاملان عرش' دوسرے سے کرسی' تیسرے سے بقیہ ملائکہ پیدا فرمائے۔ پھر چوتھے کو چار حصے کیا۔ پہلے سے آسمان' دوسرے سے زمین' تیسرے سے جنت و دوزخ پیدا کی۔ پھر چوتھے کو چار حصے کیا۔ پہلے سے مسلمانوں کی آنکھ کا نور' دوسرے سے مسلمانوں کے دل کا نور معرفت باللہ' تیسرے سے ان کی زبان کا نور یعنی توحید لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) پیدا فرمایا"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تمام چیزوں کی پیدائش نور محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے' اور آسمان زمین اور جو ان دونوں میں ہیں' فرشتے' جنت' دوزخ' عرش' کرسی وغیرہ وغیرہ سب نور محمد رسول اللہ ﷺ سے مخلوق ہوئے' اور حضور ہی کا نور سب کے لیے مادہ ہے تو حضور سب کے لیے علت مادی ہوئے۔ البتہ اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے جس طرح معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں حضور اقدس ﷺ کے نور سے پیدا کی گئیں' اس طرح معلوم ہوا کہ حضور کا نور' نور الٰہی سے پیدا ہوا ہے' تو چاہیے کہ نور الٰہی سب کا مادہ ہو' لیکن چونکہ یہ امر عقائد میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مادہ و مادیات سے مبرہ و منزہ ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا' کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد ﷺ محض اپنے نور سے پیدا کیا' یعنی ان کی تخلیق میں کسی کا واسطہ اور ذریعہ نہیں بنایا' کیونکہ حضور اقدس ﷺ تمام مخلوق کے ذریعہ اور واسطہ وصول الٰہی ہیں اور کوئی چیز

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے نعمائے الٰہی کے پہنچنے میں واسطہ اور وسیلہ نہیں' اس لیے اول مخلوق کے متعلق اگرچہ متعدد روایات ہیں۔ بعض میں ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" بعض میں ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ" بعض میں ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَرْشَ" بعض میں ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْمَاءَ" مگر علمائے کرام ان میں تطبیق اس طرح دیتے ہیں' کہ اول الاشیاء علی الاطلاق نور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے' پھر پانی ہے' پھر عرش ہے' پھر قلم ہے تو اولیت نور حضور اقدس ﷺ میں حقیقی ہے اور بقیہ میں اضافی۔

اس حدیث سے بہت ہی واضح طور پر ثابت ہوا کہ عرش و کرسی' لوح و قلم' آسمان و زمین' جنت و دوزخ اور حاملان عرش' بقیہ ملائکہ' مسلمانوں کے آنکھوں کا نور' دل کا نور' زبان کا نور' سب نور محمد رسول اللہ ﷺ سے بنایا گیا' اور رسول اللہ کا نور سب کے لیے علت مادی ہوا' اور اگر لفظ "من" سے علت صوری مراد لیا جائے' جب بھی حضور اقدس ﷺ سب چیزوں کے ہوں یا نہ ہوں' مگر انسان کے لیے تو ضرور علت صوری ہیں۔ اور حدیث "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کا جس طرح یہ مطلب مشہور ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا' حالانکہ اس معنی میں ایک دقت اور تاویل کی حاجت ہے' لیکن اگر ضمیر مجرور حضور ﷺ کی طرف پھیری جائے' یعنی بے شک اللہ نے آدم علیہ السلام کو صورت محمد ﷺ پر پیدا کیا' تو اس میں کوئی دقت نہیں' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اگرچہ بعثت کے اعتبار سے متاخر ہیں' مگر خلقت کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

حدیث میں ہے "کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ" میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان میں تھے' یعنی ان کا کالبد بھی تیار نہ ہوا تھا' تو ان کا کالبد حضور اقدس ﷺ کی صورت کے مطابق تیار کیا گیا۔ علامہ ابن امیر الحاج مالکی عبدری مدخل میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جب غایت شوق میں حضور اقدس ﷺ کو یاد کرتے' تو ان لفظوں میں ندا فرماتے "یَا ابْنِیْ صُوْرَۃً وَّاَبَائِیْ مَعْنًی" اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ' تو بیٹا اپنے باپ کی

صورت پر ہو تعجب کی بات نہیں' بلکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت سیدی عمر بن فارض اپنے مشہور قصیدہ تائیہ نعتیہ میں حضور اقدس ﷺ کی زبان سے فرماتے ہیں:

وَ اِنِّیْ وَ اِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً
فَلِیْ مِنْہُ مَعْنًی شَاھِدٌ بِاُبُوَّتِیْ

"یعنی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اگرچہ ظاہر میں آدم کی اولاد ہوں' لیکن مجھ میں ان کے متعلق ایسے اوصاف اور تعلقات ہیں جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہیں"

یعنی ان کا وجود میرے سبب سے ہوا' ان کی صورت میری صورت پر بنی' اسی کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اپنے "قصیدہ مدینہ" مسمی بہ "حضور جان نور" میں فرماتے ہیں:

ان کی اُبُوَّت ان کی نُبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

اس کے علاوہ اگر آدم و اولاد آدم کا ظاہری نقشہ دیکھا جائے تو جس وقت وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر چار زانو بیٹھتا ہے' تو صاف صورت محمد ظاہر ہوتی ہے۔ سر اس کا میم اور ہاتھ ح کی کشش' کمر دوسری میم اور پاؤں کی وضع دال ہے۔ تو "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو اس طرح محمد کیا کہ جس سے صورت محمد ظاہر و عیاں ہے' اور حضور اقدس ﷺ کا نام پاک لکھا ہوتا تو ہر چیز پر ثابت ہے۔ بیہقی اور حاکم کی حدیث سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام نے بہشت کے پایوں' حوروں' ملائکہ سب پر نام اقدس (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)' نام الٰہی کے ساتھ لکھا پایا۔ سیرۃ حلبی میں ہے کہ سن ۴۵۴ میں بمقام خراسان ایسی سخت ہوا چلی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ اب قیامت قائم ہوگئی۔ یکایک ایک پہاڑ پر آسمان سے نور برستا ہوا معلوم ہوا' لوگ اس طرف متوجہ ہوئے' جا کر دیکھا' تو ایک گز لمبا ایک پتھر ہے' جس پر قلم قدرت سے دو سطریں لکھی ہیں۔ سطر اول "لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاعْبُدُوْنِیْ" سطر دوم پر "مُحَمَّدٌ

رَسُوْلُ اللّٰہِ الْقُرَیْشِیُّ"

چند سال کی بات ہے کہ نئی دہلی میں جو گورنمنٹی عمارتیں بننے لگیں' تو ایک پتھر آرہ کے ذریعہ چیرا جا رہا تھا۔ جب دو ٹکڑے ہوئے' تو کیا دیکھتے ہیں کہ خط جلی محمد لکھا ہوا ہے' جو عجائب خانہ میں رکھوا دیا گیا ہے اور اس کا فوٹو کثرت سے لیا گیا ہے جو قریب قریب ہر شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ آپ کے شہر پٹنہ محلہ شاہ گنج کی حنفی مسجد میں بھی اس کا فوٹو موجود ہے۔ ۱۳۴۵ھ میں بعد مغرب چند سبز ستاروں سے حضور اقدس ﷺ کا نام نامی مکتوب دیکھا گیا ہے۔ جسے مولانا قاضی احسان الحق صاحب بہرائچی جو گزشتہ سال آپ کے رجبی شریف میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فتح پور ہسوہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ دیکھا' اسی دن بریلی شریف میں بھی بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے دیکھا کہ روشن ستارہ برنگ سبز نمودار ہوا' جس سے حرف میم ظاہر ہوا' پھر حا' پھر میم' پھر دال اور بالکل نام پاک محمد ﷺ نمایاں طور پر ظاہر ہو گیا اور دیر تک قائم رہا۔ اس واقعہ سے کچھ پہلے بعض اردو اخباروں میں شائع ہوا تھا' کہ بعض سواحل پر ایک مچھلی دیکھی گئی' جس کے ایک جانب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" لکھا ہوا تھا۔ دوسری طرف "مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ" وہ مچھلی مسالہ سے درست کر کے لندن کے عجائب خانہ میں رکھ دی گئی ہے' اس قسم کی ایک روایت شرح شفا میں بھی ہے۔

بعض علماء نے حضور کے نام نامی کا عجیب لطیفہ بیان کیا ہے' کہ ہر چیز سے نام پاک محمد رسول اللہ ﷺ کے عدد ۹۲ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز لو یا جو لفظ خیال کرو' چاہے کسی زبان کا عربی' فارسی' اردو یا اور کوئی زبان ہو' اس کے اعداد ابجد کے قاعدہ سے نکال کر عدد خلفائے راشدین میں جو ۴ ہے' ضرب دو' حاصل ضرب میں عدد ارکان ایمان یعنی ۲ ملا کر اس کو پنجتن پاک کے عدد ۲ میں ضرب دیں۔ اس کو عدد بدوح پر جو صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا نام ہے' تقسیم کریں۔ جو باقی رہے' اس کو عدد نو طبق آسمان میں ضرب دے کر عالم علوی و سفلی یعنی ۲ اس پر اضافہ کریں۔ عدد اسم پاک محمد ظاہر ہو گا۔

اب رہ گیا علت کے اقسام میں سے علت فاعلی۔ ہم لوگوں کے عقیدہ میں فاعل مختار تمام چیزوں کا صرف ذات پاک وحدہ لاشریک ہے۔ اس لیے ہم کسی چیز کو علت فاعلی ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اگرچہ مجازاً ایسا اطلاق قرآن و حدیث میں وارد ہے۔ قَالَ اللّٰہُ

تَعَالٰی حِکَایَۃً عَنْ سَیِّدِنَا عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

"اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ"

"میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی صورت' پس پھونک مارتا ہوں اس میں' تو اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے"

اس جگہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کا ادب خداوند عالم کے ساتھ قابل دید ہے۔ یہ نہیں فرمایا "اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ طَیْرًا" "میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ پیدا کرتا ہوں" بلکہ یوں فرمایا کہ میں پرندہ کی شکل و صورت بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں' تو اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علت فاعلی نہیں جانتا' اور حقیقی توحید یہی ہے۔ جو اہل سنت و جماعت اور گروہ صوفیۂ کرام کا شعار ہے۔

اس جگہ شاید بعض حضرات کے دل میں یہ خیال گزرے کہ حقیقی توحید کیا' کیا کوئی مجازی توحید بھی ہوتی ہے؟ اور کیا توحید کے بھی اقسام ہیں؟ تو جواب اس کا اثبات میں ہے۔ توحید پانچ قسم کی ہے۔ اول: توحید ایمانی "لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" یعنی "خدا کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ جو شخص خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے گا' توحید ایمانی سے باہر ہو جائے گا۔ یہی توحید ایمان ہے۔ دوم: توحید احسانی "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ" کہ صوفیائے کرام قدست اسرارہم کا مسلک ہے۔ یہ دونوں توحیدیں حق ہیں۔ تیسری: توحید اعتزالی جس کے سبب معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل و التوحید کہتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کی صفات باطل کہ تعدد قدما لازم نہ آئے۔ چہارم: توحید نجدی کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان' جس کی تعلیم دہلی کی لال کتاب (اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان) میں ہے۔ اس لیے اس کتاب کو ماننے والے اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں۔ پنجم: توحید اتحادی جس کے مدعی متصوفہ ملحدین ہیں کہ میں بھی خدا اور تو بھی خدا۔ انہوں نے وحدت و اتحاد میں فرق نہ کیا' وحدۃ الوجود ضرور حق ہے اور اتحاد ماننا ناجائز و حرام۔ صوفیہ سے بڑھ کر کون موحد ہوگا؟ اصل توحید تو انہی کی ہے اور درحقیقت صوفی وہی ہے کہ توحید کے مراتب ثلثہ پر

کاربند ہو۔

ان کے یہاں توحید کے تین مراتب ہیں۔ اول: توحید فی الافعال یعنی سالک اپنے اور تمام عالم کے اختیار سے* باہر ہو اور جو حرکات و سکنات کہ اپنے اور دوسرے کے سمجھتا تھا' ان سب کو حق تعالیٰ سے جانے' اور حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرے اور اپنی اور لوگوں کی حرکت کو ایسا خیال کرے کہ "مردہ بدست غسال" ہے۔

ہر نیک و بد خو در جہاں ے گزرد
خود ے کند و بہانہ بر عام نہاد

دوم: توحید فی الصفات یعنی اپنی اور دوسروں کی صفات' یعنی علم و ارادہ' مشیت و قدرت' سمع و بصر' کلام وغیرہ کو جسے عام لوگ اور لوگوں کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں۔ ان سب کو حق کی طرف سے نسبت کرے اور صفات حق سبحانہ و تعالیٰ جانے' اس کے ذرا سا خلاف کرنے پر صوفیہ سے گرفت کی جاتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی کے حال میں لکھا ہے' کہ جب ان کا انتقال ہوا اور خداوند عالم کے نزدیک ان کی روح حاضر ہوئی' تو رب العزت نے پوچھا' میرے لیے کیا تحفہ لائے؟ انہوں نے عرض کی' خداوندا! "توحید آوردہ ام" جواب میں ارشاد ہوا "ذَكِّرْ لَيْلَةَ اللَّبَنِ" یعنی اس شب کی بات یاد کرو کہ تم نے دودھ پیا تھا' تمہارے پیٹ میں درد ہوا' لوگوں نے پوچھا' پیٹ میں آپ کے درد کس طرح ہوا؟ تم نے جواب دیا کہ میں نے دودھ پیا تھا۔

نکو گوئے نکو گفت است بالذات
کہ التوحید اسقاط الاضافات

تیسرا مرتبہ توحید فی الذات کا ہے' یعنی سالک اپنے اور اپنے سوا جن لوگوں کو وہ موجود جانتا اور کہتا ہے' سب کو سلب محض سمجھے اور صرف ایک ذات وحدہ لا شریک کو موجود جانے' سب کو ظلال و عکوس اسی ذات کا یقین کرے۔

ہر چہ بینی یار ہست اغیار نیست
غیر او جزو ہم و جز پندار نیست
کہ بچشمان دل مبیں جز دوست

ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اسی لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ صوفی وہ نہیں جو چلہ اور ریاضت میں دن کاٹے۔ صوفی آنست کہ نبود "کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ و اولیاء اللہ کے طفیل و برکت سے ہم سب لوگوں کو اس مرتبہ علیا پر پہنچائے۔

حضرات! لفظ "من" کے معانی اور بھی ہیں اور ان سے بھی اوصاف حضور اقدس ﷺ ظاہر و ہویدا۔ لیکن ایک ایک لفظ کے پیچھے کئی کئی سال کا وقت آپ لوگوں کا لینا نہیں چاہتا ہوں۔ اس لیے اب بعض خاص نکات معراج کے بیان کر کے اصل واقعہ معراج کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے' اور زندگی سب لوگوں کی بخیر ہے' تو آئندہ سال المسجد الحرام کے متعلق مضامین بیان ہوں گے۔

فلاسفہ حکمت کی کتابوں میں حرکت کی بحث میں لکھتے ہیں کہ "اَلْحَرْكَةُ كَوْنَانِ فِیْ اٰنَیْنِ فِیْ مَكَانَیْنِ" یعنی حرکت دو کون ہے' دو آن میں' دو مکان میں" یعنی کسی چیز کا دو آن میں' دو مکان میں ہونا' یہ حرکت ہے۔ اور دو آن میں ایک ہی کان میں رہنا سکون ہے۔ اور حرکت کے لیے چھ چیزوں کا ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اول: ۔ رک جو حرکت دینے والا ہو۔ دوم: متحرک جو حرکت کرے۔ سوم: مبداء جہاں سے حرکت ہو۔ چہارم: منتہی جس طرف حرکت واقع ہو۔ پنجم: مسافت جہاں حرکت واقع ہو۔ ششم: زمان جس زمانہ میں حرکت واقع ہو۔ لیکن قرآن شریف کا فلسفہ حقہ اس فلسفہ سے بہت بڑا ہوا ہے کہ اس آیہ کریمہ میں حرکت کی چھوں چیزوں کو بیان کر کے ایک ساتویں چیز کا اضافہ بھی فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو کہ حرکت کے لیے سات چیزوں کی ضرورت ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی محرک ہے۔ یعنی یہ اسراء معراج میں حضور کا تشریف لے جانا' خود اپنی بشریہ یا قوت نبویہ سے نہیں ہوا' بلکہ لے جانے والی اس کی وہ ذات ہے جو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اب اس کے متعلق جو کچھ بحث و تمحیص ہو' خداوند عالم کی قدرت کاملہ پر نظر کرتے ہوئے کرنا چاہیے۔

اگر کوئی چیز اس کی قدرت سے کوئی باہر سمجھے' تو البتہ چون و چرا کر سکتا ہے' ورنہ یہاں زبان کھولنے کی گنجائش نہیں۔ "بِعَبْدِهٖ" یہ متحرک کا بیان ہے۔ خداوند عالم نے سیر

کرائی لیکن کس کو، اپنے بندہ محمد رسول اللہ ﷺ کو، جو سراپا اعجاز ہیں۔ جن کی صورت معجزہ، جن کی سیرت معجزہ، جن کی پیدائش معجزہ، جن کا نشو و نما معجزہ، جن کی امامت معجزہ، جن کا تقویٰ معجزہ، جن کے افعال، حرکات، سکنات معجزہ۔ خداوند عالم قادر ہے کہ اگر چاہے تو بڑے سے بڑے پہاڑ جن میں ذاتی حرکت کی بالکل صلاحیت نہیں، آن کے آن میں جہاں سے چاہے، لے جائے، گھمائے، پھرائے، سیر کرائے۔ پھر اگر حضور اقدس ﷺ کو لے گیا تو تھوڑی سی رات میں "لَیْلاً" کی تنوین تقلیل کے لیے ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس قدر قلیل رات میں کہ واپسی کے وقت بستر مبارک گرم تھا، دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی۔ "مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" یہ مَامِنْهُ الْحَرْكَة کا بیان ہے۔ یعنی یہ سیر کہاں سے شروع ہوئی، مسجد حرام سے۔ پنجم "اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" یہ مَا اِلَیْهِ الْحَرْكَة کا بیان ہے۔ یعنی حرکت کس طرف ہوئی؟ کدھر ہوئی؟ ششم: مَافِیْهِ الْحَرْكَة مسافت مسجد حرام و مسجد اقصیٰ ہے۔ قرآن شریف نے ایک اور ضروری بات زیادہ فرمائی لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا" تاکہ دکھائیں ہم ان کو اپنی نشانیاں، یعنی غرض و غایت حرکت، یہ سیر کرانا خداوند عالم کا اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو شب میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانا، اس مقصد و غایت کے لیے ہوا کہ دکھائے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی قدرت کے نشانات اور عجائب و غرائب مکونات، اس لیے کہ یہ حکیم جل جلالہ کا فعل ہے اور

فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ

اب رہا یہ کہ لے جانا مسجد حرام سے کیوں واقع ہوا؟ اور معراج مکہ معظمہ سے کیوں ظہور پذیر ہوئی؟ مدینہ طیبہ میں کیوں نہیں ہوئی؟ علمائے کرام اس میں مصلحت عظمٰی یہ بیان کرتے ہیں، کہ اگر معراج مدینہ طیبہ سے ہوتی تو بارہ منزل کی زمین جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے، حضور کے قدموں کی برکت اور اس نور کی شعاعوں سے محروم رہ جاتی۔ حضور کا فیض عام ہونے کے لیے مسجد حرام سے معراج میں تشریف لے جانا ہوا۔ دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور پر ایمان لانے والے بہت کثرت سے ہوئے۔ اگر وہاں معراج ہوتی اور حضور اس کو بیان فرماتے، سب مسلمان "اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کہتے۔ کہنے والا کہہ سکتا کہ جناب من اپنی جماعت میں بیٹھ کر جو چاہا

کہہ دیا، اپنی جماعت نے تصدیق کی، لطف کی بات جب تھی کہ مخالفین کے مجمع میں اس کا دعویٰ کیا جاتا، اور وہ لوگ اسے تسلیم کرتے۔ اسی لیے یہ واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا، اور موافق مخالف سب کے سامنے حضور نے بیان فرمایا، موافقین نے تسلیم کیا۔ مخالفین نے پہلے تو مضحکہ اڑایا، پھر روشن نشانِ صداقت دیکھ کر تصدیق پر مجبور ہوئے۔

پہلے تو ان لوگوں نے سمجھا کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس ایک مہینہ کی راہ ہے، تو آمد و رفت کے لیے دو مہینہ کا زمانہ چاہیے۔ اسے حضور نے تھوڑی دیر میں طے فرمایا۔ یہ بالکل خلاف عقل اور غلط ہے۔ پھر سوچ ساچ کر یہ قرار دیا کہ کس طرح گئے؟ کیسے آئے؟ یہ تو کوئی چیز نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ گئے یا نہیں، تو وہ لوگ جانتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ فی عمرو بھی بیت المقدس نہیں تشریف لے گئے ہیں، تو اگر آج کی رات وہاں تشریف لے گئے ہیں، تو اس کا نقشہ اس کے ہیأت منار وغیرہ کی حالت ضرور بیان کر سکتے ہیں۔ ان باتوں کو پوچھنا شروع کیا کہ وہاں کتنے در ہیں؟ منار کتنا اونچا ہے؟ وسعت اس میں کتنی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ بالکل عامیانہ بات ہے کہ آدمی کسی مکان میں جاتا ہے تو اس کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی جغرافیائی حیثیت، انجینئری شان سے انسان کسی مکان کو دیکھتا ہے، تو اس کی نگاہ ان باتوں کی طرف ہوتی ہے، کہ عمارت کتنی اونچی ہے؟ دیواریں کتنی موٹی ہیں؟ عمارت کا طول کس قدر ہے؟ عرض کتنا ہے؟ کتنے در ہیں؟ کتنے طاق ہیں؟ کتنی اونچی محرابیں ہیں؟ اور جو شخص کسی دوسری غرض سے گیا ہو، اس کی توجہ ہرگز ان چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ ہم لوگ اس خانقاہ میں کتنی دفعہ آئے ہیں، دس بیس کیا؟ سو دو سو مرتبہ سے بھی زیادہ۔ بعض لوگوں کا آنا ہوا ہوگا؟ لیکن اگر کوئی شخص اس جلسہ سے اٹھنے کے بعد، یہ پوچھے کہ اس کے پائے کتنے اونچے ہیں؟ کتنی لمبی خانقاہ ہے؟ کتنی چوڑی ہے؟ اس میں کتنی شہتیریں ہیں؟ کتنی کڑیاں ہیں؟ کتنے جھاڑ ہیں؟ کتنے فانوس ہیں؟ تو شاید ہی کوئی آدمی سب باتوں کو پورے طور سے بتا سکے، لیکن ان لوگوں کے معلومات اسی قدر تھے

ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

وہ لوگ اس سے زیادہ بلند پروازی کر ہی نہیں سکتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

جب ان لوگوں نے مجھ سے بیت المقدس کے نقشے' اس کی بنات' اس کی حالت دریافت کرنا شروع کیا' تو مجھے سخت پریشانی ہوئی' کہ اس تجلی الٰہی کے وقت کیا میری حیثیت یہ تھی؟ کہ میں در و دیوار کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنی ہمت ادھر صرف کرتا' اور اگر جواب نہیں دیتا ہوں' تو باوجودیکہ میں سچا ہوں اور واقعی بیت المقدس تک گیا' وہاں صخرہ (پتھر) میں اپنا براق باندھا' مجمع انبیاء میں آیا' اول سب لوگوں کا امام بنا' ان کو نماز پڑھائی' لیکن یہ لوگ سمجھیں گے کہ ان کا کہنا غلط ہے۔ بیت المقدس نہیں تشریف لے گئے' ورنہ اس کے حالات نقشہ وغیرہ بیان کر دیتے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ جبرئیل امین علیہ السلام بیت المقدس کو اپنے شال لیتے ہوئے حاضر ہوئے اور بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ اب کیا ہے' جو کچھ وہ لوگ پوچھ رہے ہیں' میں ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر بتاتا جا رہا ہوں۔ جب اس عمارت کے نشانات' مسجد کی ترکیب اور ہیأت' مینارے اور برجوں کی تعداد سب بتا دیئے تو یہ سن کر مخالفین خاموش ہو گئے اور اقرار کرنا پڑا کہ بے شک حضور بیت المقدس تک گے' اور بغیر گئے ہوئے آدمی اس طرح کسی جگہ کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ سب باتوں کا ایسا صحیح جواب نہیں دے سکتا' جس میں بال برابر بھی فرق نہ پڑے۔ "وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ" یہ مخالفین کا تسلیم و اقرار کرنا' مخلصین کے ہزار مرتبہ تسلیم سے بڑھ کر ہے' اسی لیے معراج مکہ معظمہ سے ہوئی' نہ مدینہ طیبہ سے۔

البتہ اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ صحاح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور کا شب ۲۷ رجب کو مکہ معظمہ سے تشریف لے جانا' صرف مسجد اقصیٰ ہی تک نہ تھا' بلکہ وہاں سے سَمَاوَاتِ عُلٰی' مقام مُسْتَوٰی' مُنْتَهٰی الْجَنَّةَ' ابن دال' دَنٰی' فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى" تک سیر ہوئی تو بیت المقدس کے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے اور جب جانا یا لے جانا' آسمانوں تک اور اس کے اوپر تھا' تو مکہ معظمہ سے بیت المقدس' پھر وہاں سے آسمانوں کے اوپر لے جانے میں کیا مصلحت ہے؟ کیوں نہیں خانہ کعبہ ہی سے سیدھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی؟

تو بات اصل یہ ہے کہ خداوند عالم کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں۔ معراج کا واقعہ ایسا ہے کہ بہتیرے پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کے عقل میں نہیں آتا کہ عرب کے

بیچارے جاہل لوگ اس کو کس طرح سمجھ سکتے تھے؟ اور ان کی عقلوں میں اتنی وسعت کہاں جو سمجھ سکیں؟ کہ ایک انسان اپنے قوائے بشری و جسم عنصری کے ساتھ تھوڑی سی دیر میں آسمانوں کے اوپر جائے اور ہزاروں سال کی مسافت قطع کر کے' سب کچھ دیکھ بھال کر واپس آ جائے۔ اگر وہ سمجھنا بھی چاہتے اور دماغ پر زور بھی ڈالتے' تو کوئی چیز ان کے دماغ کو تیز کرنے والی اور اس واقعہ سے قریب کرنے والی نہ تھی' جس سے وہ اس بات کو سمجھ سکیں اور یہ بات ان کی عقلوں میں آ سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسراء و معراج میں مکہ معظمہ سے پہلے بیت المقدس لے گیا' پھر وہاں سے الی ماشاء اللہ تعالیٰ سیر کرائی تاکہ اس کی صداقت کو کچھ دلیل سے معلوم کر سکیں۔ وہ لوگ بیت المقدس بارہا گئے ہوئے تھے' وہاں کا نقشہ ان کے پیش نظر تھا۔ منار' محراب سب ان کے دماغوں میں منقش تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی جانتے تھے' کہ حضور اقدس ﷺ بیت المقدس کبھی تشریف نہیں لے گئے۔

جب ان لوگوں کے سوال پر وہاں کے حالات' کیفیات اور پورا نقشہ ان کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا' جس سے یقین کر لیا کہ یہ ضرور گئے ہیں' بے گئے ہوئے کوئی شخص اس قدر من و عن جملہ حالات و کیفیات نہیں بیان کر سکتا' تو اس سے اس قدر ان کو سمجھنے کا موقعہ مل سکتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ نہ موٹر کار ہے' نہ ہوائی جہاز' نہ بجلی کی طاقت' نہ کوئی سواری وہاں ذریعہ آمدورفت' فقط اونٹ ہے جو اس مسافت کو آمدورفت میں دو ماہ سے زیادہ میں طے کرتا ہے' اور اس کو انہوں نے غیبی طاقت سے رات میں طے کیا' جس کا ثبوت ان لوگوں نے اپنی عقلوں کے مطابق پا لیا' جس سے انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ تو اب اگر عصبیت کا پردہ اپنی عقلوں سے اٹھائیں گے' تو اس قدر سمجھ سکتے ہیں کہ جب اتنی لمبی مسافت ذرا دیر میں انہوں نے قطع کر لی' تو اگر آسمانوں پر بھی گئے ہوں تو تعجب نہیں۔

علاوہ بریں دنیا میں اسلامی دارالسلطنت' دارالنبوت و الرسالت ہونے کی صلاحیت انہیں تین شہروں کو ہے۔ مکہ معظمہ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مولد و مسکن اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام اور حضور اقدس ﷺ کا قبلہ ہے۔ مدینہ طیبہ جو حضور کا مرقد و مدفن اور قیامت تک کے لیے آرام گاہ ہے' بیت المقدس جو انبیائے اسرائیلین کا قبلہ ہے' جو حضور کے قبضہ و اقتدار میں آیا اور سولہ یا سترہ مہینہ تک حضور کا

قبلہ بھی رہا' اور قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ جب سیر کو جاتا ہے' تو ہر جگہ نہیں جایا کرتا' لیکن مشہور مشہور جگہ ضرور دیکھتا ہے۔ اس لیے ضرور ہوا کہ مکہ معظمہ سے یہ سفر شروع کیا جائے' راستہ میں خاص خاص جگہوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا جائے' پھر بیت المقدس جو تمام انبیائے بنی اسرائیل کا دارالسلطنت و شہر حکومت رہا' وہاں اول سب حضرات کی موجودگی ہی میں شہنشاہی کا خطبہ پڑھا جائے' اور یہ سب حضرات مخلصانہ حیثیت سے فرمانبردارانہ طریقہ پر حضور کا خیر مقدم فرمائیں۔ وہ امام ہوں' یہ سب لوگ مقتدی بن کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

نماز کے بعد شہنشاہی خطبہ کس قدر زوردار ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَکَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ○

"تمام خوبیاں سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا' اور تمام لوگوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا"

وَاَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْہِ تِبْیَانٌ لِّکُلِّ شَیْئٍ 'وَجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

"اور میرے اوپر قرآن شریف اتارا جس میں سب چیزوں کا روشن بیان ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر کیا' جو روئے زمین پر ظاہر ہوئی"

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ اُمَّۃً وَّسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِیْ ھُمُ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُوْنَ ○

"اور میری امت کو امت عادل بنایا اور میری امت کو تقدیرِ خلق میں اول اور وجود میں سب سے آخر بنایا"

وَ شَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَ وَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ وَرَفَعَ لِیْ ذِکْرِیْ وَ جَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

"اور میرے لیے میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے میرا بوجھ اتار دیا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتحہ ابواب نبوت و خاتم ایوان رسالت بنایا"

جس وقت یہ زوردار خطبہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرما رہے تھے' انبیائے کرام پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اٹھ کر فرمایا:

بِهٰذَا فَضَلَكُمْ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ ' فَهُوَ اِمَامُكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ' وَاَنْتُمْ اَتْبَاعُهٗ وَمِنْ جُمْلَةِ اُمَّتِهٖ

"یعنی اسی وصف کی وجہ سے اے گروہ انبیاء! تم سے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بہتر ہیں' تو وہ دنیا و آخرت میں تمہارے امام ہیں اور تم ان کے پیرو اور ان کی امت ہو"

یہ شہنشاہی خطبہ ہے۔ ان بادشاہوں کے دارالسلطنت میں پڑھا جاتا اور وہ لوگ اپنے تبع ہونے اور حضور کی شہنشاہی کو خوشی سے دیکھ رہے ہیں اور دل سے پسند کرتے ہیں۔

ع کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

علاوہ بریں جس طرح حضور اقدس ﷺ کی نبوت و حکمت زمین پر ہے' اسی طرح ملاء اعلیٰ کے سکان بھی حضور کے زیر نگیں ہیں اور آسمانوں پر بہت سے فرشتے ایسے ہیں جن کی ڈیوٹی آسمانوں پر ہی ہے' وہاں سے ہل نہیں سکتے اور وہ لوگ بھی زیارت حضور اقدس ﷺ کے از حد مشتاق تھے اور برابر یہی دعا کرتے تھے' کہ خداوندا ہمیں زیارت سید المرسلین' خاتم النبیین ﷺ سے مشرف فرما۔ اللہ تعالی نے حضور کو آسمانوں پر بلایا' تاکہ وہ لوگ زیارت سے مشرف ہوں اور صحابیت کے رتبہ سے ان کی عزت بڑھائی جائے اور ہمیں وہ مقصد بھی حاصل ہو جس کی طرف حدیث ابن عساکر میں اشارہ ہوا' کہ ان کے قدم آسمانوں پر اس جگہ پہنچے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوئی' اور ضرور تھا' کہ یہ شہنشاہی سفر

زمین کے علاوہ آسمانوں پر بھی ہو، تاکہ سکان ملاء اعلیٰ بھی اپنے شہنشاہ دین و ملت، قسیم نعماء جنت کی زیارت سے مشرف ہوں اور بیت المعمور میں تمام فرشتے مقتدی ہوں اور رسول اللہ ﷺ وہاں بھی امام بن کر ان سبھوں کو نماز پڑھائیں۔

غرض! اللہ تعالیٰ کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں، معراج شریف کے متعلق ہی ایک ایک بات کو غور کیجئے تو ہر ایک میں نہ صرف ایک حکمت، ایک مصلحت ہوگی، بلکہ بے شمار مصالح و فوائد پر مبنی ہوں گے۔

معراج شریف رات میں ہونے کے متعلق مصالح و فوائد "لیلا" پر تقریر کے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ آج ایک بات خیال میں آگئی کہ اس امت مرحومہ کو سال بھر میں دو دن متبرک عطا ہو چکے تھے۔ ایک عیدالفطر، یوم الجائزہ... دوسرا یوم الاضحیٰ یوم الضیافتہ، مگر رات ایک ہی متبرک ملی تھی۔ شب قدر، نزول قرآن کی رات۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک متبرک رات شب معراج اور عنایت فرمائی، تاکہ ظاہر میں کالی در حقیقت انوار و برکات ایمانی کی وجہ سے منور و روشن رات مل کر "لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا" کا ارشاد مکمل ہو۔

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ وہ متبرک رات جس میں معراج شریف ہوئی، وہ پیر کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن کو بہت سے فضائل و کمالات دے کر جمعہ کہ ہم پلہ کیا، بلکہ افضل کیا۔ حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت دو شنبہ کو ہوئی۔ حضور کو نبوت دو شنبہ کو عطا ہوئی، حضور کو ہجرت کا حکم دو شنبہ کے دن ہوا، وفات شریف دو شنبہ کے دن ہوئی، جس دن کی رات معراج کے لیے مقرر ہوئی، وہ بھی دو شنبہ کا دن تھا۔ غرض! دو رات کامل، دو دن کامل، خیر و برکت کا اس امت کو عطا ہوا، تاکہ دو دن شفیع ہوں اور دو راتیں اس امت کے لیے شفاعت کریں۔

اسی طرح اگر تاریخ و ماہ معراج پر غور کیا جائے، تو وہ بھی عجیب مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔ رجب کا مہینہ اس لیے مقرر ہوا کہ پہلے سے مسلمانوں کو دو متبرک مہینے مل چکے تھے۔ ایک ابتدائے سال محرم الحرام شریف اور ایک انتہائی سال ذی الحجہ الحرام کہ اگلے زمانہ ہی سے متبرک اور مقدس چلے آتے ہیں۔ اب وسط میں کوئی مہینہ خاص طور پر

متبرک نہ تھا' اس لیے رب العزت نے درمیان سال میں ماہ رجب کو معراج شریف کے فضل سے نوازا۔

اب قدرت نے سال کو تین متبرک مہینے عطا فرمائے۔ ابتدائے سال محرم' وسط سال میں رجب' آخر سال میں ذی الحجۃ الحرام۔ چونکہ افضال باری تعالیٰ اس امت پر بے شمار ہیں' اس لیے صرف تین مہینے دے کر تین تیرہ کرنا پسند نہ فرمایا' بلکہ محرم اور رجب کے درمیان میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کو ولادت باسعادت کے فضل سے مشرف فرمایا' اور رجب و ذی الحجہ کے درمیان ماہ مبارک رمضان شریف "شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ" کے فضل سے مشرف فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ کو معراج کی دولت نبوت سے بارہویں سال عطا ہوئی۔ اس میں بھی مصلحت ظاہر ہے۔ حضور کو چالیسویں سال عمر شریف سے نبوت عطا ہوئی اور ۶۳ سال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ ۲۳ سال بعد نبوت دنیا میں قیام فرمایا۔ ۲۳ کا نصف ساڑھے گیارہ ہوتا ہے جس کو سال تمام کر لینے سے ۱۲ ہوتے ہیں۔ اس لیے نصف عمر نبوت میں معراج کی دولت ملی جو نبوت کے عین شباب کا وقت ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب نصف عمر نبوت میں معراج شریف کی دولت ملی تو نصف ماہ میں یعنی پندرہ تاریخ کو معراج ہونا مناسب تھا۔ جو شب ماہ بھی تھی' لیکن ایسا نہ ہوا' بلکہ ۲۷ تاریخ اس کے لیے مخصوص کی گئی' جو بالکل شب تاریک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تو اگرچہ ہم لوگ ابتدائے مہینہ پہلی تاریخ سے لیتے ہیں' لیکن درحقیقت ہم لوگوں کا اسلامی مہینہ تو اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن سے یہ آفتاب نبوت و ماہتاب رسالت طلوع ہوا' تو ۱۲ سے دوسرے مہینہ کی ۱۱ تک ایک ماہ کامل رسالت کا ہوا۔ اور ۲۷ اس کا نصف ہے' کہ ۱۲ اور ۱۵ = ۲۷' تو نصف ماہ میں معراج ہوئی۔ علاوہ بریں طالب و مطلوب کے ملنے کے لیے شب تاریک ہی مناسب ہے' تاکہ اسرار و لطائف کی باتیں' راز و نیاز کے رموز عام طور پر عالم آشکارا نہ ہوں۔ اس مضمون کو کسی عاشق نکتہ دان نے کیا خوب نظم کیا ہے

قلت یا سیدی لم اثرت
اللیل علی بھجۃ النھار المنیر
قال لا استطیع تغیر رسمی
ھکذا الرسم فی طلوع البدور
انما زرت فی الظلام لکیما
یشرق اللیل من اشعۃ نوری

غرض! واقعہ معراج رازہائے سربستہ کا انکشاف اور طالب و مطلوب کے درمیان الفت و محبت کے پردوں کے ارتفاع اور محبوب کو اس رتبہ علیا پر پہنچانا ہے' جو بدو فطرت سے اس وقت تک نہ کسی کو ملا' نہ اس وقت سے قیامت تک کسی کو ملے۔ یہ وہ نعمت لازوال ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خاص و مطلوب بااختصاص احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی کی۔

یعنی ایک شب ۲۷ رجب کو رسول اللہ ﷺ ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے' کہ مکان کی چھت کھلی اور دو شخص آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ وہ حضور کو وہاں سے اٹھا کر حطیم میں لائے' وہاں اپنے عم محترم حضرت حمزہ اور چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان کچھ دیر سوئے' کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل تینوں جلیل القدر فرشتے آئے۔ وہاں سے حضور کو زمزم کے پاس لائے' وہاں آپ کو پشت کے بل چت لٹایا اور جبرئیل امین نے آپ کا سینہ مبارک صدر سے لے کر اسفل بطن' یعنی شکم کے اخیر حصہ تک' شق کیا اور میکائیل سے کہا' کہ آب زمزم کا ایک طشت میں لاؤ' تاکہ میں آپ کا سینہ مبارک دھوؤں یا شرح صدر کروں تو تین طشت پانی سے تین مرتبہ سینہ مبارک کو دھویا اور جو کچھ چیزیں مقتضی بشریت شان نبوت سے اودن تھیں' ان کو نکال دیا۔ پھر ایک طشت حلم و علم و حکمت کا بھرا ہوا لائے' اور وہ پورے کا پورا قلب مبارک میں انڈیل دیا' تو قلب مبارک کو علم' حلم' حکمت سے بھر دیا۔ پھر دونوں ٹکڑوں کو ملا کر سی دیا' اور دونوں مونڈھوں کے درمیان خاتم نبوت کی مہر کر دی۔

اس کے بعد جنت سے براق کس کر لائے۔ براق سفید یا چتلے رنگ کا چوپایہ'

گدھے سے بڑا، خچر سے چھوٹا، بہت ہی تیز رفتار تھا کہ منتہائے نگاہ پر قدم رکھتا تھا۔ اس کو نہ پہاڑ عائق تھا، نہ دریا معاون۔ لمبی لمبی مسافتیں پلک مارتے ہی طے کرتا تھا۔ ایک شان اس کی عجیب تھی کہ جب پہاڑ کے اوپر چلتا تو پچھلی ٹانگیں اس کی لمبی ہو جاتیں، اور جب پہاڑ سے نیچے اترتا تو اگلی ٹانگیں اس کی بڑی ہو جاتیں، تاکہ سوار کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

جب حضور اقدس ﷺ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا، تو براق شوخی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کے ایال پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا، اے براق! ٹھہر، خدا کی قسم! ان سے زیادہ معزز و محترم خدا کے نزدیک کوئی ہستی نہیں، جو تجھ پر سوار ہو، اتنا سننا تھا کہ براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا اور ٹھہر گیا۔

جب حضور اقدس ﷺ اس پر سوار ہوئے، تو جبرئیل علیہ السلام داہنے جانب رکاب کو پکڑے رہے اور میکائیل بائیں طرف لگام کو تھامے چلے، براق بیت المقدس کے راستہ پر چلا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس سفر میں پانچ جگہ جبرئیل کے کہنے پر نماز پڑھی، جس سے تبرک باثار الصالحین کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ راستہ میں بہت سے عجائبات قدرت و تمثیلی کیفیات دیکھیں۔ جس کا بیان "لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا" کے ذکر میں ہو گا۔ چلتے چلتے جبرئیل امین نے عرض کیا کہ حضور براق سے اتریں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب حضور نماز پڑھ چکے، تو پوچھا کہ حضور کو معلوم ہے کہ یہ کون سا مقام ہے، جہاں پر حضور نے نماز پڑھی؟ یہ مدینہ منورہ ہے، اس کا نام طیبہ بھی ہے، اس لیے کہ یہاں کی آب و ہوا بہت ہی نفیس اور پاکیزہ ہے، اور یہی جگہ حضور کے ہجرت کی ہے، اور یہی قیامت تک کے لیے حضور کا مقام آرام گاہ ہے۔

پھر حضور سوار ہوئے اور آگے بڑھے، کچھ دور چلے ہوں گے کہ پھر جبرئیل نے کہا کہ حضور نزول اجلال فرمائیں اور دو رکعت نماز اس جگہ بھی پڑھیں۔ جب حضور نماز پڑھ چکے، تو پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ پوچھنا نہ دریافت حال کے لیے تھا؟ نہ معاذ اللہ تمیز کے لیے، بلکہ صرف اس لیے تاکہ حضور جواب اس کی طرف خاص متوجہ ہوں اور اس مقام کی اہمیت خیال میں رکھیں۔ پھر جبرئیل نے کہا، یہ ملک شام شہر مدین ہے، اس کو ارض

بیضاء (سفید زمین) بھی کہتے ہیں۔ یہ شجرۂ موسیٰ ہے' جس کے سایہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام کیا تھا' جب مصر سے فرعون اور اس کے لشکروں کے خوف سے نکلے تھے۔

پھر حضور سوار ہوئے اور چلے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر جبرئیل نے عرض کیا کہ حضور یہاں بھی نزول فرمائیں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا' حضور جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طور سینا ہے' یہ مصر و شام کا مشہور پہاڑ ہے' اسی پر شجرۂ مبارکہ کے نیچے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔

پھر حضور سوار ہوئے اور چلے۔ تھوڑی دیر چلے' پھر جبرئیل نے کہا' کہ حضور اتریں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے پوچھا کہ حضور جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ جگہ فرعون کی لڑکی اور اس کی اولاد کی ماشطہ کا گھر ہے۔ (کنگھی کرنے والی)

پھر حضور سوار ہو کر چلے۔ تھوڑی دیر کے بعد جبرئیل نے کہا' حضور اس جگہ اتر کر دو رکعت نماز پڑھئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اترے اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جبرئیل امین نے پوچھا' کہ حضور کو معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ پھر کہا' یہ بیت اللحم ہے۔ اسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' یہ ان کی پیدائش کا مقام ہے' یہ شام میں مشہور بستی بیت المقدس کے قریب ہے۔

اس کے بعد حضرت سوار ہو کر روانہ ہوئے اور بیت المقدس میں باب یمانی سے داخل ہوئے اور برابر سیر کرتے رہے' یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر براق شریف سے اترے' اس کو مسجد کے دروازے پر اس حلقہ سے باندھا جس میں اور انبیاء علیہم السلام اپنے سواری کے جانور باندھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ براق کو حلقہ سے کھولا اور مسجد میں صخرہ مبارکہ (پتھر) کے نزدیک لائے اور اپنی انگلی سے صخرہ میں سوراخ کیا اور اس میں براق کو باندھا۔ گویا ظاہر کیا کہ آپ وہ نہیں ہیں کہ آپ کی سواری دروازہ پر رہے' آپ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے' آپ کی سواری داخل محل ہو گی۔ جس طرح سلاطین زمانہ کا دستور ہے کہ وہ باہر دروازہ پر نہیں اترتے' بلکہ محل تک سوار آتے ہیں اور اس جگہ سواری سے اترتے ہیں۔

غرض! پھر مسجد بیت المقدس میں شرقی دروازہ سے داخل ہوئے اور حضور اقدس

ﷺ اور جبرئیل امین نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ اس کے بعد حضور کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں ملائکہ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جمع ہیں' تاکہ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھیں اور حضور جس طرح اول سب کے امام آخرت میں ہیں' دنیا میں بھی امام ہونا ظاہر ہو جائے۔ حضور نے سب کو پہچانا اور وہ لوگ بھی نماز میں تھے۔ کوئی قیام میں تھا' کوئی رکوع میں' کوئی سجدہ میں۔ اس کے بعد جب سب لوگ تحیۃ المسجد سے فارغ ہو گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان کہی اور اقامت ہوئی۔ سب لوگ صف درست کر کے انتظار کر رہے تھے' کہ دیکھئے' کون امام ہوتا ہے؟ تو جبرئیل امین نے حضور اقدس ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور محراب کی طرف بڑھایا اور حضور نے سب کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا' جس کے الفاظ کریمہ ابھی آپ حضرات کے سامنے عرض کیے گئے۔

اس سفر میں حضور نے چھ جگہ نماز پڑھی۔ ان میں پانچ سابق تو اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ ان کی شریعت میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوگی اور چھٹی نماز مسجد میں جماعت اور خطبہ کے ساتھ ہوئی' جس میں نماز جمعہ کی فرضیت کی طرف اشارہ ہے۔

البتہ اس قدر فرق جمعہ کی نماز میں جو ہم لوگ پڑھا کرتے ہیں اور جو حضور نے بیت المقدس میں پڑھی' ضروری ہے کہ ہم لوگ جمعہ کا خطبہ قبل پڑھتے ہیں اور حضور نے بعد میں خطبہ دیا' تو بات یہ ہے کہ پہلے جمعہ کا خطبہ بھی عیدین کے خطبہ کی طرح بعد ہی کو ہوتا تھا' لیکن لوگ جب تجارت یا لہو و لعب دیکھتے تو نماز تو پڑھ ہی چکے ہوتے' خطبہ چھوڑ کر چل دیتے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ○ اسی وجہ سے جمعہ کا خطبہ مقدم کر دیا جو اس زمانہ سے الی یومنا ہذا مروج اور سب کا معمول ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبطِ انوار کا ― مہر و مہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا

عرش اعظم پر پھریرا ہے شہ ابرار کا ― بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا

دو جہاں میں بٹتا ہے باڑہ اسی سرکار کا ― دونوں عالم پاتے ہیں صدقہ اسی دربار کا

جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا ― فیض پر ہر دم ہے دریا احمدِ مختار کا

روضۂ والا طیبہ مخزنِ انوار ہے ― کیا کہوں عالم میں تجھ سے جلوہ گاہِ یار کا

دل ہے کس کا جان کس کی سب کے مالک ہیں وہی ― دونوں عالم پر ہے قبضہ احمدِ مختار کا

کیا کرے سونے کا کشتہ کشتہ تیرِ عشق کا ― دید کا پیاسا کرے کیا شربتِ دینار کا

فق ہو چہرہ مہر و مہ کا ایسے منہ کے سامنے ― جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا

لات ماری تم نے دنیا پر اگر تم چاہتے ― سلسلہ سونے کا ہوتا سلسلہ کہسار کا

ہیں تیری رحمت کے قرباں اے مرے امن و اماں ― کوئی بھی پرساں نہیں ہے مجھ سے بدکردار کا

ہیں معاصی حد سے باہر پھر بھی زاہد غم نہیں ― رحمتِ عالم کی امت بندہ ہوں غفار کا

تو ہے رحمت بابِ رحمت تیرا دروازہ ہوا ― سایۂ فضلِ خدا سایہ تیری دیوار کا

کعبہ و اقصےٰ و عرش و خلد ہیں نوری مگر
ہے نرالا سب سے عالم جلوہ گاہِ یار کا

پُوچھتے کیا ہو عرش پر یُوں گئے مُصطفےٰ کہ یُوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یُوں

قصر دنا کے راز میں عقلیں تو گُم ہیں جیسی ہیں
رُوحِ قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سُنا کہ یُوں

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کِس طرح گمیں
صبح نے نورِ مہر میں مِٹ کے دکھا دیا کہ یُوں

ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھُول کی گرنے لگی صبا کہ یُوں

دل کو دے نور داغِ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شقِ ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یُوں

دل کو ہے فکر کس طرح مُردے جلاتے ہیں حضُور
اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یُوں

باغ میں شکرِ وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گُل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہُوا کہ یُوں

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حُسن کیوں کر آئے
لا اُسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضاؔ کہ یُوں

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

ہفت واری اجتماع:۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیر اہتمام ہر پیر کو بعد نماز عشا تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس سے مقتدر ومختلف علمائے اہلسنّت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلہ اشاعت:۔

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ وناظرہ:۔

جمعیت کے تحت رات کو حفظ وناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی:۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے تحت رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں بھی لگائی جاتی ہیں جس میں ابتدائی پانچ درجوں کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کتب وکیسٹ لائبریری:۔

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

پیغام اعلیٰ حضرت

امام اہلسنّت، مجدد دین وملت **الشاہ احمد رضا خان** فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(وصایا شریف ص ۱۳ از مولانا حسنین رضا)